ضبط و ترتیب: حافظ محمد عرفان الحق اظہار حقانی
استاذ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

مولانا سمیع الحق دہشت گردی کے تعاقب میں

نارویجن صحافیہ کا حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ سے انٹرویو

نارویجن صحافیہ لیلی بخاری جو ایف ایف آئی کی سیاسی تجزیہ نگار اور مصنفہ ہیں انہوں نے ۱۸ر دسمبر ۲۰۰۵ء کو حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ سے موجودہ حالات پر تفصیلی انٹرویو کیا جو من وعن پیش کیا جا رہا ہے۔

س: سب سے پہلے میں آپ کا شکریہ ادا کرتی ہوں کہ آپ نے اپنی مصروفیات سے ہمیں وقت دیا۔

ج: ہم آپ کے آنے پر خوش ہیں آپ ہمارے مہمان ہیں۔ آپ کو اسلام سے دلچسپی ہے اسی لئے آپ نے عربی بھی سیکھی۔

س: پاکستان اور اس خطے میں جو جہادی تحریک ہے اس کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟

ج: بات دراصل یہ ہے کہ ایک شخص ہمارے گھر پر قبضہ کرنا اور اسے لوٹنا چاہتا ہے، ہمیں غلام بنا کر یہاں کا سب کچھ اپنے گرفت میں لینا چاہتا ہے اب یہ قابض اس بات کو بھی برداشت نہیں کر رہا کہ اس گھر پر قبضہ کروں تو یہ گھر والے شور مچائیں اگر وہ شور مچاتے ہیں یا کچھ دفاع کرتے ہیں تو اس کو پھر ٹیررازم کا نام دیتے ہیں۔

جہاد کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) اقدامی (۲) دفاعی ۔

ایک جہاد یہ ہے ہم ٹینک اور بکتر بند گاڑیاں لے کر دوڑاتے اور واشنگٹن یا یورپ یا تل ابیب یا نیو دہلی پر حملے کے لئے بڑھتے، یہ جہاد تو ہم نے بلکہ کسی مسلمان ملک نے پچھلے سو سال میں نہیں کیا کسی ایک انچ پر کسی بھی مسلمان ملک نے تجاوز نہیں کیا۔ اور نہ پچھلے دو سو سال میں مسلمان ملکوں نے کالونیاں یعنی غلام ملک بنائے۔

دوسرا جہاد یہ ہے کہ کوئی ہمارے ملک پر قبضہ کرے کوئی ہماری آزادی اور وسائل چھیننے ہم پر مسلط ہو اس بارے میں تو ہر قوم کو خواہ عیسائی ہو خواہ مسلمان ہو خواہ یہودی ہو دنیا کے ہر شہری کو یہ حق حاصل ہے کہ اگر کوئی ظالم ظلم کرتا ہے تو اس کا ہاتھ روکے۔ اب جو کچھ بھی جان بوجھ کر سپر طاقتیں اس وقت کر رہی ہیں۔ جب یہ کام روس نے کیا تو ویسٹ ساری چیخ پڑی کہ روس نے بہت بڑا ظلم کیا، پھر روس کو مارنے اور ختم کرنے کے لئے مسلمانوں کو استعمال کیا گیا

اب وہی کام امریکہ اور ویسٹ کرنا چاہتی ہے اور یہ شور بھی مچا رہی ہے کہ مسلمانوں کو مدافعانہ اقدام بلکہ گلہ شکوہ اور فریاد تک کرنے کا بھی حق حاصل نہیں ہے۔

یہ موجودہ جہادی تحریک ردعمل ہے انکی پالیسیوں کا فلسطین افغانستان اور کشمیر میں جو انہوں نے جاری رکھا ہے۔

س: جہاد اور دہشت گردی میں کیا فرق ہے۔

ج: یہی ہمارا سوال ہے عالمی قوتوں امریکہ برطانیہ وغیرہ سے؟ اس لئے کہ حریت و آزادی کیلئے اور حقوق غصب کرنے والوں کے خلاف جو لڑا جاتا ہے۔ اسے بھی وہ دہشت گردی کا نام دیتے ہیں۔ اگر ان پر کوئی افغانستان اور عراق میں خودکش حملہ کرتا ہے، تو انہیں (امریکہ کو) وہاں سے نکل جانا چاہیے۔ دیکھئے اب زلزلہ کے نام پر نیٹو کی فوج پاکستان میں گھس آتی تو یہ ادارہ کوئی ریسکو کے کام کے لئے تو نہیں بنا۔

س: انہوں نے (نیٹو) اچھے کام بھی کیے؟

ج: بالکل نہیں۔ یہاں صورتحال یہ ہے کہ اگر کہیں ایک ہزار نیٹو کی افواج ہیں تو وہاں ہمارے تین ہزار ان کی حفاظت پر لگ گئے۔ ادھر اگر وہ داڑھی والوں کو دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ ہمیں مار دیں گے۔ مدارس اور اسلامی فلاحی رفاعی ادارے جو زلزلہ زدگان کے تعاون کے کام میں مصروف ہیں، نیٹو ان کو نکالنے کا کہہ رہی ہے۔ ہم ہمیشہ یورپی یونین کو کہتے ہیں کہ آپ امریکہ کے دباؤ میں نہ آئیں، ہمارے پاس آپ جیسے لوگ آتے ہیں، ہم کہتے ہیں کہ آپ درمیان میں آکر ثالثی کریں، مسلمان اور عیسائی آپس میں قریب تھے۔ لیکن بُش نے اپنے یاروں (یہود) کی وجہ سے ان کے درمیان عداوت ڈال دی ہے آپ خود فلسطین میں رہ چکی ہیں وہاں کے حالات کا آپ کو بخوبی علم ہے۔

س: آج کل آپ کے ہاں جہادی ٹریننگ ہوتی ہے؟

ج: یہ خالص تعلیمی ادارہ ہے، پہلے بھی یہاں ملٹری اور ٹریننگ وغیرہ کا کام نہیں ہوتا تھا۔ مغرب و امریکہ ویسے ہی ان اداروں کو بدنام کر رہے ہیں۔ پچھلے دنوں امریکہ کا جنرل کلے بکنگھم آیا تھا، حال ہی میں جرمنی کی ٹیم آئی تھی، ہالینڈ اور کینڈا کے لوگ آئے۔ غرض یہاں مغربی پریس اور میڈیا کی سینکڑوں ٹیمیں آتی رہتی ہیں۔ یہ سارے لوگ یہاں آکر حیران رہ جاتے ہیں کہ یہاں تو تعلیم کے علاوہ کوئی بات نہیں، یہاں تو امن اور سلامتی کی تعلیم اور درس دیا جاتا ہے یہ ادارہ سڑک کے کنارے پر ہے، نہ اسکی کوئی خاص دیوار ہے نہ گیٹ ہیں۔ تو پھر کیوں اور کس بنیاد پر اس پر یہ الزام لگایا جاتا ہے

س: یورپ یہ پروپیگنڈہ کیوں کر رہا ہے کہ یہاں جہاد اور ٹریننگ دی جاتی ہے۔

ج: یورپ کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کو اپنی دینی تعلیم اور سرچشموں سے کاٹ دیا جائے۔ کیونکہ اس تعلیم کی وجہ

سے مسلمان غلامی کے لئے تیار نہیں ہوتا وہ ہمیں سیکولر اور لبرل بنا کر اپنی تہذیب میں رنگنا چاہتا ہے۔ جبکہ ان اداروں سے ہماری تہذیب کی حفاظت ہوتی ہے۔

س: جو لوگ یہاں پڑھ رہے ہیں وہ کون لوگ ہیں؟

ج: تعلیم کیلئے تو کوئی قدغن نہیں ہوتا' دنیا میں جس جگہ سے کوئی جہاں بھی تعلیم کیلئے جائے تو لوگ اس کے لئے دروازے کھولتے ہیں' کیا امریکہ میں ساری دنیا کے لوگ نہیں پڑھتے؟ اسی طرح ناروے یورپ وغیرہ میں نہیں پڑھتے؟ ہم نے بھی اپنے دروازے کھلے رکھے ہیں تاکہ مسلمان یہاں آئیں اور تعلیم حاصل کریں' ہمارے دروازے کھلے ہیں۔ اور اس دینی علم کے حصول کے لئے میں کہتا ہوں کہ مسلمان ہونا بھی شرط نہیں ہے۔ میں نے ان مغربی میڈیا والے لوگوں کو کئی مرتبہ دعوت دی کہ چالیس' پچاس نوجوانوں کو ساری دنیا سے منتخب کر کے ہمارے پاس بھیج دو۔ وہ خود دیکھ لیں گے کہ ہم کیا پڑھا رہے ہیں۔ اور یہ جذبہ کس طرح پیدا ہوتا ہے اور کیا ہم ٹیررازم پھیلا رہے ہیں؟ ایک گروپ تجرباتی طور پر اس کے لئے بھیج دو پھر ان کی رپوٹ خود سن لو۔

س: کیا موجودہ حالت اور ماضی کے حالات کے اعتبار سے اس مدرسہ میں تبدیلی ہوئی ہے؟

ج: کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ اس لئے کہ ہم حکومت کا پریشر قبول نہیں کرتے حکومت جو چاہتی ہے کہ نصاب میں تبدیلی ہو' جدید تعلیم اور مضامین اس میں شامل ہوں۔ حکومت کی بے خبری ہے' ہم نے کئی مرتبہ کہا ہے کہ ہم کورس و نصاب میں عصری ضروریات کے موافق وقتاً فوقتاً تبدیلی لاتے رہتے ہیں' آج دیکھئے دارالعلوم میں سارے جدید علوم پڑھائے جاتے ہیں۔ کمپیوٹر بھی' سائنس اور انگریزی بھی۔ غرض تمام مضامین پڑھائے جاتے ہیں۔

تاریخ پر نظر ڈالئے ہمارے علماء نے چودہ سو سال میں ہر زمانے کے اعتبار سے دیکھا کہ جوں جوں حالات بدلے تو انکے تقاضوں کے مطابق نصاب میں تبدیلی لائی گئی' منطق کا دور آیا اسی طرح فلسفہ کو شامل کیا گیا جتنے یونانی علوم تھے انکو جگہ دی گئی آج تک ہم وہ پڑھا رہے ہیں۔ ہم نے ان لوگوں کے علوم جنکا آج وجود بھی نہیں ہے۔ پڑھائے اور پڑھا رہے ہیں تو موجودہ زمانے کی ضروریات سائنس ٹیکنالوجی اور میڈیکل یہ چیزیں ہم کیسے چھوڑ سکتے ہیں۔

س: کیا یہ مدرسہ سب سے بڑا ہے؟

ج: جی ہاں یہ سٹوڈنٹس کی تعداد کے اعتبار سے اور اپنی شہرت اور معیار کے لحاظ سے انفرادی حیثیت رکھتا ہے۔

س: خواتین کیا یہاں پڑھ سکتیں ہیں؟

ج: پاکستان میں خواتین کے لئے علیحدہ اور الگ نظام ہے۔ مدارس کا یہ ایک مستقل شعبہ ہے۔ لڑکیوں کی تعلیم

کے لئے باقاعدہ مدرسے قائم ہیں۔ آپ یہ سن کر حیران ہو جائیں گے کہ ہمارے وفاق المدارس یعنی مدارس کے بورڈ میں اگر امتحان دینے والے طلباء کی تعداد 70 ہزار ہوتی ہے تو خواتین اور لڑکیوں کی تعداد 90 ہزار ہوتی ہے۔ گویا سب سے زیادہ تعلیم پانے والی اور پڑھنے والی عورتیں ہیں۔

س: افغانستان میں پڑھے ہوئے اکثر لوگ یہاں سے فارغ التحصیل ہیں تو کیا آپ نے ان کو وہاں اٹھوایا ہے؟

ج: مدارس صرف تعلیمی ادارے ہیں جو لوگ یہاں آ کر پڑھتے ہیں وہ اپنے ملکوں میں جا کر اسکے حالات کے مطابق خود فیصلے کرتے ہیں۔ ہم ان کو نہیں سمجھاتے ہیں کہ تم نے جا کر افغانستان میں کیا کرنا ہے۔ ہم تو ان کو قرآن و سنت اور اسلامی تعلیمات سکھلاتے ہیں۔ اگر ناروے کے سٹوڈنٹس امریکہ میں پڑھتے ہیں اور عام معمول ہے کہ ہزاروں کی تعداد میں وہاں سے پڑھ کر آتے ہیں اگر فرض کریں کہ آپ کے ملک میں ایسے حالات پیدا ہو جائیں کہ کوئی اس پر قبضہ کر لے اس کی آزادی سلب کرے تو وہ سٹوڈنٹس جو امریکہ میں پڑھے ہوئے ہیں وہ خود بخود ملک بچانے کے لئے اٹھیں گے، یہ تو کوئی نہیں کہے گا کہ یہ امریکہ نے اٹھائے ہیں۔ ہر انقلاب میں جب لوگ ظلم دیکھتے ہیں تو اس کے ردعمل میں دنیا بھر میں سٹوڈنٹس اٹھتے ہیں۔ فرانس کا سارا انقلاب اس کی بنیاد سٹوڈنٹس تھے، کمیونزم کا جو انقلاب آیا اس میں بھی نوجوان سٹوڈنٹس کالج اور یونیورسٹیوں کے اٹھے۔ سٹوڈنٹس کا خون گرم ہوتا ہے وہ غلامی قبول نہیں کرتے اب افغانستان میں بھی یہی سٹوڈنٹس تھے، مگر انہیں آپ نے طالبان کہا اگر طالبان کی بجائے سٹوڈنٹس کہیں تو پھر مسئلہ خود بخود حل ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ سٹوڈنٹس ہر جگہ اپنے ملک کے مسائل کے حل کیلئے اٹھتے ہیں۔ لیکن وہ جان بوجھ کر اسی لفظ سے طالبان کو ابھارتے ہیں۔

س: کیا یہاں باہر کے طلباء ہیں؟

ج: پہلے روس کے وسطی ریاستوں کے سٹوڈنٹس آنے شروع ہو گئے تھے۔ زیادہ تر افغانستان کے بھی ہوتے تھے لیکن اب نقشہ بدل گیا ہے وہ ممالک خود ان کو نہیں آنے دیتے ہیں، چاہے ہم ان کو داخلہ دیں یا نہ ان کے اپنے ممالک ان کو نہیں چھوڑتے۔

س: کیا چیچنیا کے لوگ یہاں تھے؟

ج: نہیں! یہ قریبی ریاستیں جو آزاد ہوئیں ازبکستان تاجکستان وغیرہ انکے نوجوان بیچارے قرآن و حدیث سیکھنے کیلئے آئے لیکن اب انہوں نے خود پابندی لگا دی نہ پاکستان ویزہ دیتا ہے اور یہ علاقے اب سب امریکہ کے کنٹرول میں ہیں، بیچ میں افغانستان ایک واسطہ تھا، افغانستان سے ہو کر وہ یہاں پہنچتے تھے اب وہ راستہ بھی مسدود ہو گیا

ان سوالات کے بارے میں میرے بعض انٹرویوز جو مغربی میڈیا CNN, BBC وغیرہ سے ہوئے وہ کتابی شکل میں شائع ہوئے ہیں' اس سے آپ کو بڑا مواد مل سکتا ہے۔ یہاں پانچ چھ برس سے ہزاروں ٹیمیں آئیں۔

س: ملا عمر اور اسامہ کہاں ہیں؟

ج: اس کا صحیح پتہ تو بُش کو یا مشرف کو ہوگا۔ ہم بھی چاہتے ہیں کہ وہ ہمیں بتائے کہ کہاں ہے۔

نارویجن صحافیہ: کیا ملا عمر اور اسامہ کے کردار اور ایشو کو زندہ رکھنا بُش کی ضرورت ہے؟

ج: یہ بات صحیح ہے۔ امریکہ کے پاس تو یورپی یونین اسلامی ممالک اور آپ ہم سب کو دبانے کا یہی راستہ ہے۔

س: کیا افغان جہاد میں اور اس طرح دوسرے جہادوں میں غرباء حصہ لیتے ہیں یعنی غریب لوگوں کو اس میں دھکیلا گیا ہے؟

ج: یہ بالکل بے بنیاد بات ہے۔ کیونکہ جہاد میں سب سے زیادہ بڑے لوگوں (امراء) کی اولاد نے حصہ لیا۔ افغان جہاد جو روس کے خلاف تھا اگر آپ تجزیہ کریں تو بہت بڑے بڑے امراء وشیوخ اور شہزادوں کی اولادیں اس میں تھیں۔ اب صرف اسامہ کو ہی دیکھ لیں کیا وہ غریب کا بچہ ہے۔ اس کے تو ہزاروں محلات ہیں۔ اس نے حرم مکہ اور مدینہ بنوائے۔ اس کے والد نے بیت المقدس تک بنوایا۔ آج بھی اس کے دنیا بھر میں محلات' سونا چاندی اور جواہرات ہوتے لیکن ان لوگوں نے کہا کہ ہم اللہ کے لئے اپنی زندگی وقف کرتے ہیں تو یہ کسی نے غلط کہا ہے۔ جہاد میں سب سے زیادہ جدید تعلیم پڑھے ہوئے اور امراء' کروڑ پتیوں کی اولاد شریک رہی ہیں بلکہ میں کہتا ہوں کہ مدرسوں سے بھی زیادہ کالجوں یونیورسٹیوں کے لوگ اس میں سب سے آگے آگے ہوتے ہیں۔

س: اسامہ نے اپنی زندگی اس میں کیوں گزاری؟

ج: آپ کے حریت وآزادی کے ہیروز جو ہوتے ہیں وہ آخر کیوں ایسا کرتے تھے۔ ابراہام لنکن نے کیا کیا تھا جس کے آج مجسمے سمندروں کے کنارے اور چوکوں پر لگائے گئے۔ امریکہ کی آزادی کیلئے وہ اٹھ کھڑا ہوا' ان کو لوگ اب عزت وقدر سے کیوں دیکھتے ہیں؟

جبکہ آپ کے ہاں تو صرف یہی تصور ہوتا ہے کہ ہم دنیا میں ہیرو بن جائیں گے۔ لیکن ہمارے ہاں دو تصور ہوتے ہیں کہ دنیا میں بھی سرخرو ہو جائیں گے اور عقیدہ آخرت بھی ہے تو اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ آخرت میں بھی بہت بڑی عزت دے گا۔ ہمیں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ بہت بڑے عظیم مقاصد کے لئے قربانی دینے والا انسانیت کی بقاء کے لئے مرنے والا مرتا نہیں ہے۔ بلکہ ہمیشہ زندہ رہتا ہے یعنی شہید کا تصور ہے۔

OIC کے فقہی کونسل کے بارے میں بی بی سی ریڈیو کا

حضرت مولانا سمیع الحق صاحب سے انٹرویو

۸ر دسمبر ۲۰۰۵ء کو مکہ معظمہ میں اسلامی سربراہی کانفرنس شروع ہوئی۔ اسی دن شام کو بی بی سی نے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ سے OIC کے مجوزہ فقہی کونسل کے بارے میں انٹرویو لیا۔ جسے بی بی سی نے خبرنامہ کے آغاز میں فرنٹ لائن کے طور پر بار بار نشر کیا۔ جو نذر قارئین ہے۔

(س) OIC کے فقہی کونسل کے بارے میں آپ کی رائے کیا ہے؟

(ج) ایسی کوئی کونسل بن بھی جائے تو وہ مغربی قوتوں کے دباؤ میں آجائے گی اور اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں کھل کر اسلام اور شریعت کی رہنمائی نہیں کر سکے گی۔ اصولی طور پر میں تسلیم کرتا ہوں کہ صحیح جید اور مخلص علماء حق اور ماہرین اسلام جو خدا ترس ہوں اور جن پر عوام اور علماء کا اعتماد ہو ایسے علماء اس کونسل میں شامل ہوں، جن کی عوام سے وابستگی ہو اور جو کسی ترغیب و ترھیب، دباؤ اور لالچ سے ہٹ کر شریعت غراء کی کوئی بات دنیا کے سامنے لائیں تو تب اس کا بڑا فائدہ بھی ہوگا۔ لیکن ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ اس وقت ہمارے بڑے بڑے ادارے بھی بڑی طاقتوں کے دباؤ میں ہیں۔ اقوام متحدہ ان کے سامنے بےبس ہے، خود OIC کی یہ حالت ہے کہ وہ بیچاری آزادی سے کوئی فیصلہ نہیں کر سکتی ہے تو ان کی قائم کردہ کونسل کیسے آزاد رہ سکے گی۔ مجھے خطرہ ہے کہ کہیں یہ کونسل بھی مغرب کے مفادات میں استعمال نہ ہو۔ مغرب اس کونسل کو اپنا تابع بنانا چاہتی ہے۔ وہ آج کہے گا کہ خودکش حملہ حرام ہے، یہ فتویٰ دے دو، کل کہے گا کہ جہاد کی ہر شکل جو بھی ہے وہ دہشت گردی ہے۔

(س) مساجد پر حملوں اور خودکش دھماکوں کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟

(ج) مغرب کو یہ حق نہیں پہونچتا ہے کہ وہ ہماری مساجد کے بارے میں فکر کریں، ہم خود بہتر سمجھتے ہیں کہ یہ حملے ٹھیک ہیں یا غلط، جائز ہیں یا ناجائز۔ OIC پہلے اپنی آزادی کا ثبوت دے، عالمی سطح پر مسلمانوں کو درپیش مشکلات میں آزادانہ کردار ادا کریں تو تب ہم OIC پر اعتماد کرینگے۔ اقوام متحدہ اور OIC ہماری امت مسلمہ کی حالت ٹھیک نہیں کر سکتی ہے۔ تو ہمارے پاس ایک ہی چیز رہ گئی ہے کہ مسلمانوں کے معتمد و مستند علماء اور مشائخ کھل کر حق بات کہہ جاتے ہیں اب مغرب یہ راستہ بھی بند کرنا چاہتا ہے۔

(س) کیا اس طرح اسلام کا چہرہ مسخ نہیں ہوگا؟

(ج) اسلام کا روشن چہرہ ہے اس کو کوئی مسخ نہیں کر سکتا ہے۔ مغرب جتنا اسلام کو دبائے گا اور مسخ کرنے کی کوشش کریں گے اسلام اتنا ہی ابھرے گا اس وقت بھی مغرب کے بڑے بڑے لوگ اسلام میں شامل ہو رہے ہیں۔ جو اسلام کی حقانیت کا بین ثبوت ہے۔